شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد یوسف انور

1961ء کی بات ہوگی جبکہ میں جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم تھا اس دور کے جلیل القدر اساتذہ حضرت حافظ محمد گوندلویؒ حضرت مولانا شریف اللہ خانؒ حضرت حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالویؒ جامعہ کی مسند تدریس پر فائز تھے۔ جامعہ کی لائبریری کے انچارج جوان رعنا اور نیک سیرت عالم دین مولانا محمد علی جانبازؒ تھے وہ ابتدائی جماعتوں کو اسباق بھی پڑھاتے تھے اور جامعہ کے اخراجات وانتظامی امور بھی ان کے سپرد تھے۔ مولانا جانباز جامعہ کے مہتمم حضرت الاستاذ مولانا محمد اسحاق چیمہؒ کے انتہائی بااعتماد تھے جس کی بڑی وجہ ان کی امانت ودیانت بلند اخلاقی اور صالحیت تھی۔

مولانا جانباز جامعہ کے اساتذ کرام اور طلباء میں یکساں مقبول اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے ہم اکثر دیکھتے کہ حضرت حافظ گوندلوی یا حافظ محمد عبداللہ لائبریری میں کوئی کتاب دیکھنے جاتے تو مولانا جانبار بڑے انکسار سے اور مؤدبانہ عرض کرتے کہ حضرت! آپ مجھے حکم فرماتے میں خود آپ کی خدمت میں یہ کتاب لے آتا آپ نے کیوں زحمت فرمائی؟ جامعہ میں اساتذہ وطلبہ کے اعزہ واقارب اور مہمانوں کے طعام وقیام کا خاص طور پر خیال رکھتے انکا مطمع نظر یہی ہوتا کہ یہاں آنے جانے والے بہتر سے بہتر تاثرات لے کر جائیں۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اکابرین حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ حضرت مولانا محی الدین قصوریؒ حضرت مولانا محمد حنیف ندوی اور حضرت مولانا معین الدین لکھویؒ اور میاں فضل حقؒ جیسے اولوالعزم بزرگوں نے پاکستان بننے کے بعد نامساعد حالات وظروف کے باوجود جس عظیم الشان بین الاقوامی درسگاہ کا خاکہ تیار کیا تھا وہ ان کی احسن تمناؤں اور آرزوؤں کے مطابق آگے بڑھے ان کے بلند تصورات میں ملک بھر کے علماء نے عمومی طور پر بالخصوص فیصل آباد کے علماء وتجار نے جو رنگ بھرا اس میں مولانا جانباز کی علمی وتنظیمی کاوشوں اور شبانہ روز محنتوں کو جامعہ کی تاریخ وتاسیس میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا چنانچہ آج انہی اکابرین کی جامعہ کے ساتھ لگن اور اس کی تعلیمات کی برتری کا تسلسل انہی کی تگ وتاز کے نتیجہ کے طور پر ہے

(خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را)

مولانا محمد علی جانباز مرحوم نے جامعہ کے اعلیٰ و بالا علمی ماحول سے بہت کچھ حاصل کیا۔ حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی محدثانہ ثقافت و فقاہت اور تدریسی ملکہ و مہارت' مولانا شریف اللہ خان کی معقولات و منقولات میں جامعیت اور مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کے تقویٰ و زہد سے انہوں نے خوب فیضان پایا' بلاشبہ ان علم و فضیلت کی قد آور شخصیتوں کی صحبت و رفاقت کی رنگ آمیزی مولانا جانباز میں بڑی نمایاں تھی جس کا حسین عکس ان کی زندگی کے آخری ادوار تک قائم رہا' مگر ان علمی رفعت و برکات کے باوجود انکی طبیعت میں عجب بھولپن اور سادگی تھی وہ عجز و انکسار کے پیکر اور رب العالمین کی طرف سے علم و عمل کی نعمت پر افتخار کی بجائے بیحد شاکر و صابر تھے' انہی اوصاف و پاکبازی کے سبب وہی اس لائق تھے کہ وہ سیالکوٹ آ کر حضرت العلامہ مولانا محمد ابراہیم میر ؒ کی قائم کردہ دانشگاہ اور علمی گہوارہ جامعہ ابراہیمیہ کی مسند تدریس کو رونق بخشیں چنانچہ انہوں نے کئی سال اس کا حق ادا کیا اور تشنگان علم کی بھاری تعداد کو سیراب کیا' مولانا جانباز عمر کے اس جوان دور میں اسلاف کی شاندار روایات کے امین تھے۔

مولانا جانباز نے بہت سی دینی مصروفیات اور تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مسلک اہلحدیث کی اشاعت و تبلیغ کے سلسلہ میں بھی بڑا کام کیا وہ گاہے گاہے سیالکوٹ شہر اور مضافاتی پسماندہ علاقوں میں تبلیغی پروگرام بھی مرتب کرتے اور جامعہ ابراہیمیہ میں تین روزہ سالانہ کانفرنس کی بھی طرح ڈالی۔ بھولی بصری یادوں کے طور پر تحریر کر رہا ہوں کہ ایک سال مولانا علیہ الرحمہ نے مجھے بھی سالانہ کانفرنس میں مدعو کیا۔ میں نے اتوار کے روز نماز ظہر کے بعد کے اجلاس میں خدمات اہلحدیث کے زیر عنوان تقریر کی تھی جس میں مولانا میر سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کی عظیم دینی و سیاسی خدمات کی کچھ جھلک ذکر کی گئی تھی میری تقریر کے بعد مولانا جانباز نے بہت زیادہ محبت و شفقت فرمائی اور تحسین و توصیف سے نوازا' ہمارے دیرینہ دوست جناب پروفیسر یوسف' سجاد حفظہ اللہ ہماری اس دور کی ملک گیر نوجوانوں کی تنظیم ''شبان اہلحدیث'' میں ہمارے ساتھی تھے؟ شبان اہلحدیث کی تنظیم کے فروغ اور دستوری مراحل وغیرہ امور کے سلسلہ میں دو چار مرتبہ اس زمانے میں جامعہ ابراہیمیہ میں میں جانے کا اتفاق رہا اور مولانا جانباز کی میزبانی کی سعادت حاصل رہی۔ پھر ایک مدت حدید تک ان سے ملاقاتوں کے مواقع میسر نہ آ سکے۔ اور وہ آخرت کے راہی بن گئے۔ **اللھم المغفر لہ و رحمہ و عافہ و اعف عنہٗ**

کسی کا مسحور کن قول ہے'' کوئی بھی عظمت رفت گذشتہ نہیں ہوتی' عظیم الشان چلے جاتے ہیں اور اپنی یادیں چھوڑ جاتے ہیں بعد میں کوئی آنے والا ان یادوں میں زندگی بھر دیتا ہے۔ اور یوں ایک نیا دور

شروع ہو جاتا ہے۔ مولانا جانباز کے عزیزوں مولانا عبدالحنان جانباز اور مولانا عبدالعزیز سوہدروی نے ''شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز۔ احوال' افکار و آثار'' کے نام سے 912 صفحات پر مشتمل بڑے سائز کی ضخیم کتاب لکھ کر اس میں مرحوم کے سوانح اور ان کے احباب و ملک کے معروف اہل قلم و قرطاس کے تاثرات و مشاہدات کا جو ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس کی مثال ناپید ہے کتاب میں مولانا جانباز کی علمی وگراں قدر تصانیف کا تعارف عزیزم مولانا محمد رمضان یوسف سلفی' نے بڑی شرح وسبط سے کرایا ہے جس میں مرحوم کے ساتھ ان کا دلی شغف بار بار ظاہر ہوتا ہے' مولانا جانباز کے جگری دوست شیخ الحدیث مولانا فاروق احمد راشدی حفظہ اللہ کے بقول ''انکی عربی تصنیف'' الحاجۃ شرح ابن ماجہ'' ایک عظیم کارنامہ ہے' مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ علیہ کے حاشیہ نسائی کے بعد سے ایک اچھوتا علمی تحفہ ہے' عصر حاضر کے محدثین اس سے بھرپور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مولانا جانباز نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس کی شرح کرنے میں صرف کیا۔ اصل میں اس شرح کی ترغیب مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ ہی نے انہیں دلائی تھی'' ہمارے فاضل اور محقق دوست مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ مرحوم کی خدمات عالیہ کے تذکرہ کے بعد رقم طراز ہیں ''سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ کے حوالے سے انہی چند مفید باتوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمارے مشفق و مہربان استاذ الاساتذہ مولانا جانباز رحمۃ اللہ علیہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے جنہوں نے بساط بھر اس شرح کا حق ادا کیا ہے اور اس کی مشکلات کو حل کرنے میں سعی بلیغ کی ہے' اللہ تعالیٰ اسے شہرت دوام بخشے' بلاشبہ انہوں نے یہ خدمت سرانجام دیکر محدثین کرام کی رفاقت کی سبیل پیدا کی ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء

مفسر قرآن مجید حضرت حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ' مولانا جانباز کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ اعاظم رجال میں سے تھے جو ماہ وسال کی بیشمار گردشوں کے بعد تولد پذیر ہوتے ہیں اور اپنی خدمات کی بدولت اہل علم وفضل کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں

ثبت دست بر جریدہ عالم دوام ما!

مولانا بلاشبہ اپنی حیات مستعار کے ایام گذار کر راہ گیر عالم بقا ہو گئے ہیں لیکن اپنی خصوصیات اور علمی خدمات کی وجہ سے ان کا نام بھی وجہ افتخار رہے گا اور ان کا کام بھی ان کے لئے صدقہ جاریہ رہے گا انشاء اللہ محترم المقام جناب ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ (برادر عزیز حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر ؒ) جن سے

مولانا جانباز کو انتہائی محبت والفت تھی) نے ''انجاز الحاجہ'' کی تقریب رونمائی کے موقع پر اس طرح اظہار خیال فرمایا ''صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ صدیاں گذر گئیں تیسری صدی سے لیکر آج تک علمائے امت ان کتابوں کی خدمت اور شروحات لکھنے میں مصروف ہیں لیکن سنن ابن ماجہ کی خدمت نسبتاً باقی کتابوں سے کچھ کم تھی اللہ مالک نے اپنے فضل سے ہمارے محترم شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز اللہ ان کی عمر جان اور عمل میں اور ان کی ہر خیر کی بات میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ نے خاص کرم سے سنن ابن ماجہ کی خدمت ان کے مقدر میں تحریر فرمائی ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

زیر نظر شاہکار تصنیف کے مصنف مولانا جانباز مرحوم کے صاحبزادے مولانا عبدالحنان جانباز حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ الحمد للہ کتاب ہذا مولانا محمد علی جانباز کے حالات زندگی اور خدمات دینیہ کے تذکرہ سے متصف ہے، کوشش کی گئی ہے کہ محض فضائل ومناقب کا بیان نہ ہو بلکہ ایک انسان ہونے کے ناطے شخصی زندگی کے جو قابل عمل حسین اور لطیف مزاح و مذاق کے پہلو ہیں نمایاں ہوں جو اسلاف کا طرہ امتیاز ہے اس کتاب میں مولانا کی زندگی کے تمام پہلو اجاگر ہیں نمایاں ہوں جو اسلاف کا طرہ امتیاز ہے اس کتاب میں مولانا کی زندگی کے تمام پہلو اجاگر نہیں ہو رہے اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ اصل کام اسلاف کی روایات کو زندہ رکھنا ہے جو علم وعمل کے بغیر ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ علماء نے دینی اداروں کے قیام پر توجہ دی دنیا بھر میں یہی دینی ادارے علم نبوت کے وارث ومحافظ ہیں جن کی آبیاری علماء نے خون جگر سے کی کوئی بھی دینی ادارہ کسی بھی عالم دین کو پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کیا گیا۔ جامعہ رحمانیہ المعروف جامعہ ابراہیمیہ بھی مولانا جانباز رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی محنت ودلچسپی سے وجود میں آیا

اس خوبصورت تصنیف کو مولانا جانباز مرحوم کے بلند مرتبت اساتذہ کرام شیخ العرب والعجم مجتہد العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے، مزید برآں مورخ جماعت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے ''حرفے چند'' اور جناب عبدالرشید عراقی اور حافظ محمد عباس انجم کے ''پیش لفظ'' سے اس تالیف خوش کن کی افادیت دو چند ہوگئی ہے اور پھر پروفیسر میاں یوسف سجاد حفظہ اللہ کے طویل مقالہ شرف تلمذ سے اعزاز رفاقت تک ''اسی طرح ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب' مقیم برطانیہ کے مضمون ''سیالکوٹ میں علم حدیث'' جیسی معلومات نگارشات سے شہر سیالکوٹ جیسے مردم خیز خطہ کی جماعتی لحاظ سے تاریخی اہمیت بھی کمال واضح ہوتی ہے۔ اس طرح دیگر قلمکاروں کی تحریریں بھی معلومات کا مجموعہ ہیں جو قارئین کیلئے یقیناً دلچسپی کا نمونہ ہیں۔